باب نمبر 24

اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن

ازافادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَوقات و مصروفیات کا شرعی توازن

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّ الْاَنْبِيَآءِ عَظِيْمِ الرَّجَآءِ عَمِيْمِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاءِ مَاحِيِ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَا الَّذِىْ كَانَ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَآءِ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ التَّحِيَّةُ وَالثَّنَآءُ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ والحج

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِىِّ يَاَ يُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْہَانُہٗ کی حمد وثنا اور حضور اکرم نُور مجسّم شفیع معظم احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

وارثانِ منبر ومحراب' اربابِ فکر ودانش' معزز محترم حضرات وخواتین۔

ربّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ان سعادت افروز لمحات میں اور اس نُور فشاں ماحول میں ہم سب کو ادارہ "صراط مستقیم" کی طرف سے فہمِ دین کورس کے چوبیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ میری دُعا ہے خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ سب کو قرآن وسُنّت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسنت کے ابلاغ وتبلیغ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارا آج کا موضوع بہت اہم موضوع ہے۔

"اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن"

ہر انسان وقت کا محتاج ہے اور وقت کی پہچان اُس پر لازم ہے۔ بالخصوص اُمّتِ مُسلمہ کی عبادات اور اُمّتِ مُسلمہ پر جن چیزوں کو اللہ کی طرف سے احکام کی شکل میں لازم کیا گیا ہے اُن عبادات کی ادائیگی کا نظام وقت پر موقوف ہے۔ نماز پنجگانہ کی ادائیگی بھی وقت معیّن پر ہے۔ اگر اس وقت سے پہلے ہوگی پھر بھی ناجائز ہے اگر اس کے بعد ہوگی تو پھر بھی ادائیگی کا وقت فوت ہو چکا ہوگا اور صرف قضا کی نیّت سے پڑھی جا سکے گی' صبح کا ایک وقت ہے' رمضان المبارک کے روزوں کا ایک وقت ہے' خود رمضان کی شناخت کا ایک وقت ہے اور ہر روزے کے آغاز اور اختتام کے لحاظ سے ایک وقت کی پہچان ہے۔ خود نصابِ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لحاظ سے سال کا مکمل ہونا

اور اُس کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا گویا کہ وقت اُمتِ مُسلمہ کے لحاظ سے زیادہ ہی اہمیّت کا حامل ہے پھر اس کے ساتھ ساتھ روزانہ ہر وقت انسان کسی نہ کسی مصروفیّت میں ہے اور ہر وقت کیے اندر اُس مصروفیت کے لحاظ سے اُس کا ایک اپنا شیڈول اور اپنا پروگرام ہے۔

اس وقت آپ بیٹھے ہیں تو لفظ وقت آپ کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ جب یہاں سے اُٹھ کے نکلیں گے تو پھر بھی کوئی نہ کوئی وقت ہوگا ان شاء اللہ اور پھر زندہ رہتے ہوئے ہر روز صبح و شام انسان ایک وقت کے اندر موجود رہتا ہے۔ تو وقت کی حقیقت کو پہچاننا اور پھر اُس کی عظمت اور اُس کی قیمت کو محسوس کرتے ہوئے شرعی تقاضوں کے مطابق اُس وقت کو گذارنا یہ انسانی زندگی میں نہایت ہی اہم ہے۔

دین سے ہٹ کر دُنیاوی معاملات کے اندر بھی جس وقت کوئی اپنے وقت کی قدر کو کھو بیٹھتا ہے تو وہ اپنے وقار کو کھو بیٹھتا ہے وقت کی پابندی وقت کی قدر اور وقت کا حساس مراحل کے لحاظ سے آنا جانا یہ تمام تر باتیں انسان کے زندہ رہنے کیلئے ضروری ہیں لیکن چونکہ ہماری زندگی شریعت کے اصولوں کے تابع ہے تو اسواسطے اسمیں وقت کی اہمیّت کا احساس دوسرے لوگوں سے کہیں زیادہ نظر آتا ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۹ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ

اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ یعنی مہینے کے بعد ماہِ نو کے بارے میں پوچھتے ہیں اور ان کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ

اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آپ سے ان اھلۃ کے بارے میں سوال کرتا ہے۔ ہلال کے بارے میں سوال کرتا ہے اور ماہ نو کے بارے میں سوال کرتا ہے یہ کیوں آ کے پھر غائب رہ کے پھر نئی پوشاک میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ فرما دیں۔

هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ

یہ ہلال لوگوں کیلئے وقت کی علامتیں ہیں اور حج کیلئے وقت کی علامتیں ہیں۔

مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ

یہ چاند جو نئے انداز میں طلوع ہوتا ہے۔ یہ لوگوں کو وقت کی علامت بتانے کیلئے ظاہر ہوتا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں یہ پیغام اُمت مسلمہ کو دیا وہاں دوسرے مقام پر سورۃ یونس کی آیت نمبر ۵ میں یہ پیغام بھی دیا۔

هُوَالَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا

اللہ وہ ہے کہ جس نے سورج کو روشنی بنایا اور چاند کو نور بنایا

وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ

پھر ان کی منازل کو معین کر دیا۔ کیوں

لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابِ

تاکہ تم سالوں کا حساب جان سکو۔ تاکہ تم سالوں کی گنتی جان سکو۔ حساب جان سکو۔ وقت بالتعین کر سکو اور وقت کی شناخت کر سکو تو اللہ تعالیٰ نے نظام فلکی کے

لحاظ سے سورج کی تخلیق اور چاند کی تخلیق کے لحاظ سے اس بات کو سرفہرست بیان کیا کہ ہم نے یہ پیدا ہی اس لئے کیے ہیں تا کہ ان کی وجہ سے تمہیں شناخت ہوتی رہے ان کی وجہ سے تمہارے لئے وقت کو پہچاننا آسان ہو سکے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا نظام کائنات اسی وقت کے لحاظ سے لوگوں کیلئے بنا رکھا ہے کہ اگر مسلسل وقت ہوتا تو شاید کتنی زندگی گذر چکی ہوتی کسی کو احساس ہی نہ ہوتا اور وہ متوجہ ہی نہ ہوتا روزانہ ایک بار سورج طلوع ہوتا ہے اور پھر غروب ہوتا ہے پھر طلوع ہوتا ہے تو یہ روزانہ ضمیر پر ایک دستک ہے کہ دیکھو ایک نیا وقت آیا ہے اور نئے وقت کیلئے تمہیں نئی طرح تیار ہو کے اللہ کو سجدہ کرنا چاہیے۔

اور پھر مہینے کے لحاظ سے بھی ایک نئی تبدیلی کا پیغام دیا جاتا ہے وہ تبدیلی چاند لے کے آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس بڑے نظام کے اندر یہ جو بڑی تبدیلی ہے جو حسی طور پر نظر آتی ہے کہ جب سورج غروب ہوا تو اندھیرا چھا گیا اور طلوع ہوا تو روشنی آ گئی چاند آ گیا تو چاندنی آ گئی اور پھر چلا گیا تو اندھیرے چھا گئے یہ ایک جو حسی ماحول کے اندر واقع ہونے والی تبدیلی ہے اس سے اللہ تعالیٰ دل کے اندر انقلاب پیدا کرنا چاہتا ہے کہ لوگ اس تبدیلی کو دیکھ کر اپنے پہلے رویے کا بھی جائزہ لے لیں اور اپنی نئی صورتحال کی پلاننگ بھی کر لیں۔ اسواسطے فرما دیا کہ ہم نے سورج اور چاند کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے تا کہ لوگ اپنا حساب سمجھ سکیں اور اپنے سالوں اور وقت کی گنتی کر سکیں۔

وقت کیا چیز ہے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

وقت کی تعریف کرتے ہوئے مختلف فلاسفر نے حکماء نے محدثین محققین اور

صوفیا نے اپنی اپنی تحقیق پیش کی۔ ہے کہ وقت کیا چیز ہے سب سے پہلے وقت کی تعریف کی گئی۔

وقت کی تعریف

اَلْوَقْتُ عِبَارَۃٌ عَنْ مُقَارَبَۃِ حَادِثٍ بِحَادِثٍ

وقت یہ ہے کہ ایک نو پیدا چیز کا دوسری نو پیدا چیز کے ساتھ باہم مل جانا اس مقاربت اور قرب کو وقت کہا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر حادث سے مراد کوئی بڑا حادثہ نہیں۔ حادثہ نئی آنے والی چیز کو کہتے ہیں اور تبدیلی کو کہتے ہیں مثلاً اب آپ بیٹھے ہیں تو فوراً کھڑے ہو جائیں تو ایک پہلی حالت ہے کھڑے ہونے کی اور ایک حالت ہے بیٹھنے کی۔ ایک حادث بیٹھنا ہے اور دوسرا حادث ہے کھڑا ہونا۔ بیٹھنے کا کھڑے ہونے والی حالت کے ساتھ جو تعلق ہے اس کو وقت کہا جاتا ہے ایسے ہی دیگر ہمہ جہت حرکات ہیں اور ہمہ جہت اس کی حیثیات ہیں۔ اب ایک ہے ہاتھ کا ساکن ہونا یہ ایک حادث ہے پھر اُس کا متحرک ہونا یہ دوسرا حادث ہے۔

اس ایک حادث کا دوسرے حادث کے ساتھ ملنا تو اس ملاوٹ اور قرب کو وقت کیساتھ تعبیر کیا جاتا ہے چونکہ کائنات کے اندر ہر لمحہ کے اندر کروڑہا ایسے حادثات ہو رہے ہیں تو ہر واقعہ اور لمحہ کے لحاظ سے اُس کی پہچان بنتا ہے۔

اسکو آسان لفظوں میں سمجھنے کیلئے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ایک ظرف مکان اور ایک ہے ظرف زمان۔ ظرف مکان وہ جگہ کہ جہاں آپ بیٹھتے ہیں اب یہ

حال ایک مکان ہے یہ ظرف ہے لیکن یہ جگہ کے لحاظ سے ہے اور جو وقت کے لحاظ سے ہوتا ہے اُس کو ظرف زمان کہتے ہیں ظرف زمان بھی بندوں کیلئے محل بنتا ہے جسطرح یہ جگہ آپ کے بیٹھنے کیلئے محل بنی کہ اسمیں آپ بیٹھ سکے۔ ایسے ہی ہر وقت کے اندر یہ وسعت ہے کہ وہ آپ کے کسی نہ کسی فعل کا محل بنتی ہے۔

مثلاً نماز ظہر کا وقت شروع ہوا اب وقت گنجائش رکھتا ہے وہ تمہارے سجدوں کا احاطہ کر سکے تم جو کام کرو اُس کو اپنے اندر سمیٹ سکے۔ جسطرح تمہارے لئے اس حال میں قدم رکھنے کی گنجائش تھی اور بیٹھ جانے کی گنجائش موجود تھی۔ ایسے ہی وقت کے دامن میں ایک گنجائش ہے اور وقت بھی ایک ظرف ہے وقت بھی ایک برتن کی طرح ہے جو احاطہ کر لیتا ہے جو چیز اُس کے اندر داخل ہوتی ہے۔

تو یہ ظرف زمان ہے جو ایک حادث کو دوسرے حادث کیساتھ مقاربت کی حیثیت سے جس کی صورت سامنے آتی ہے اُس کو وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

دوسرے نمبر پر اسکی تعریف کرتے ہوئے حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

2 وقت کی دوسری تعریف

اَلْوَقْتُ مَاکَانَ الْغَالِبُ عَلَی الْاِنْسَانِ مِنْ حَالِهٖ

انسان پر جو حالت غالب ہے اُس کو وقت کہا جاتا ہے ہر انسان پر جو حالت غالب ہے وہ انسان کا وقت ہے اور فرماتے ہیں۔

فَاِنْ کُنْتَ فِی الدُّنْیَا فَوَقْتُکَ الدُّنْیَا

جب تک تم دنیا میں ہو تو تمہارا وقت دنیا ہے۔

فَاِنْ كُنْتَ فِي الْعُقْبٰى فَوَقْتُكَ الْعُقْبٰى

جب تم عقبٰی میں ہو گے اُس وقت تمہارا وقت عقبٰی ہو گا

اِنْ كُنْتَ بِالسُّرُوْرِ فَوَقْتُكَ السُّرُوْرُ

اگر تمہیں خوشی محسوس ہو رہی ہے طبیعت پر خوشی کا غلبہ ہے تو پھر تمہارا وقت خوشی ہے۔

وَاِنْ كُنْتَ بِالْحُزْنِ فَوَقْتُكَ الْحُزْنُ

اگر تمہاری طبیعت کے اندر کوئی پریشانی ہے تو پھر تمہارا وقت حزن ہے۔

ان کی تمام تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ وقت انسانی حالت کا نام ہے اور یہ مطلقاً حالت نہیں بلکہ وہ حالت جو انسان پر غالب ہو اُس حالت کو وقت سے تعبیر کیا جاتا۔

اور پھر ہر انسان کی ایک اپنی حالت ہے اور ہر انسان پر ایک علیحدہ حالت کا غلبہ ہے تو پتہ چلا ایک انسان کیلئے وقت اور ہے دوسرے کیلئے وقت اور ہے۔

ایک کیلئے وقت ہو سکتا ہے خوشی کا نام ہو دوسرے کیلئے وقت غمی کا نام معاذ اللہ بن جائے تو اسطرح انسانی حالات کو وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور یہ مختلف اوقات میں صدیوں میں سالوں میں تقسیم ہو چکا ہے اور یہ ایک طویل سمندر اور عریض دریا سے بھی اس کی کیفیات زیادہ ہیں یعنی ہر وقت اس میں ایک تسلسل ہے اور ہر لمحہ کوئی نہ کوئی حالت بندے پر ضرور ہوتی ہے خواہ اُس کی کیفیت کوئی بھی ہو اُس غلبہ والی حالت کو وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

وقت کی تیسری تعریف

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ رسالہ قشیر یہ کے صفحہ نمبر۳۲ پر ارشاد فرماتے ہیں:

صَحِبْتُ الصُّوفِيَةَ

میں صوفیا کرام کے پاس بہت دیر بیٹھتا رہا۔

فَمَا انْتَفَعْتُ اِلَّا كَلِمَتَيْنِ

میں نے اُن سے صرف دو باتیں پڑھی ہیں صوفیا کے پاس بیٹھا اور میں نے ان کے پاس دو باتوں کا علم حاصل کیا۔

پہلی بات یہ ہے کہ وہ کہا کرتے تھے۔

اَلْوَقْتُ سَيْفٌ فَاِنْ قَطَعْتَهُ اِلَّا فَقَطَعَكَ

وقت ایک تلوار ہے اگر تم نے اُس کو پہلے کاٹ لیا تو کاٹ لیا ورنہ وہ تمہیں کاٹ کے رکھ دے گی۔ وقت ایک تلوار کی مانند ہے اس وقت سے تم اس کے حملے سے جو تمہیں نقصان دے اُس وقت بچ سکتے ہو جب اس کو پہلے مصروف کرلو اور اگر تم نے پہلے اس کو اچھے طریقے سے مصروف نہ کیا تو یہ تمہارا انتظار نہیں کرے گا۔ یہ تمہیں کاٹ کے رکھ دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ پھر یہ تمہاری دسترس میں نہیں آئے گا جب یہ گذر جائے گا تو تم اس کو لوٹا نہیں سکو گے تو جسطرح تلوار کے چلنے سے پہلے پہلے اُس کو خاموش رکھا جا سکتا ہے اُس کو نیام میں ڈالا جا سکتا ہے وہ ایک مردہ چیز ہے اُس کی کوئی تاثیر نہیں جیسے چاہو اُس کو رکھ سکتے ہو استعمال کر سکتے ہو اور اگر تم نے ہاتھ نہیں اُٹھایا اور

کسی نے اُٹھا کے چلا دی اب اُس کے چل جانے کے بعد جو کچھ ہوگا اُس کو تم روک نہیں سکو گے۔ جب وہ پوری طرح سریت کر چکی ہوگی۔

تو حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے مجھے صوفیا کے اسباق سے یہ بات میسر آتی ہے اور یہ بڑی قیمتی بات ہے اور سارے سبقوں سے بڑا سبق ہے کہ انسان کو ہر وقت کے آنے سے پہلے کتنا محتاط ہو جانا چاہیئے۔

جس طرح ننگی تلوار آ رہی ہو تو انسان محتاط ہوتا ہے ایسے ہی وقت کو ننگی تلوار سمجھنا چاہیے اگر انسان پہلے محتاط ہو گیا تو پھر بچ گیا پھر یہ غالب آ گیا اور اگر محتاط نہ ہوا اور وہ وقت پہلے آ گیا ابھی یہ غفلت میں پڑا تھا تو پھر وہ وقت اس کو روند کے چلا جائے گا۔ پھر یہ کبھی بھی اُس وقت کو روک نہیں، سکے گا۔ اس واسطے وقت کو معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہیے۔ وقت ایک تلوار ہے اگر حفاظت کرو گے تو تمہارا آلہ کار بن جائے گا اگر حفاظت نہیں کرو گے تو تمہارا دشمن بن جائے گا اب یہ اپنی مرضی ہے کہ اُس وقت کو اپنی بہتری کا ذریعہ بنانا چاہتے ہو یا اپنی ہلاکت کا سبب بنانا چاہتے ہو وقت میں اللہ نے یہ دونوں صلاحتیں موجود رکھی ہیں۔

دوسرا سبق صوفیا سے میں نے یہ پڑھا۔ فرمانے لگے۔

نَفْسُکَ اِنْ لَّمْ تَشْغِلْهَا بِالْحَقِّ وَاِلَّا شَغَلَتْکَ بِالْبَاطِلِ

اگر تم اپنے نفس کو حق کے ساتھ مشغول نہیں کرو گے۔ تمہاری جان تمہارا بدن تمہاری روح پر ایک چیز ہے اگر تم اس کو اچھے کام میں مصروف کر لو گے تو پھر بھلا ہی بھلا ہے اور پھر اسمیں فائدہ ہی فائدہ ہے اور اگر تم نے اس کو مصروف نہ کیا تو وہ بدن آوارہ گرد ہو جائے گا اور عیاش ہو جائے گا۔ وہ نفس پھر کنٹرول میں نہیں آئے گا پھر کیا ہوگا۔

شَغَلتُکَ بِالْبَاطِلِ

اچھا ہے کہ نفس کو پہلے ہوش ہی نہ آنے دو اس کو حق میں مصروف کردو اور اگر تم نے نفس کو حق میں مصروف نہ کیا تو پھر وہ تمھیں باطل میں مصروف کردے گا۔ نفس کو حق میں پہلے مصروف کرلو۔ اور یہ بھی وقت کے لحاظ سے سبق سیکھتا ہے۔

کہ جونہی انسان ہوش سنبھالتا جاتا ہے اس کو فارغ رہنے ہی نہ دو اس کو فضول سوچنے ہی نہ دو اس کو آوارہ گرد بننے ہی نہ دو۔ پہلے ہی اس کو مصروفیت دے دو مصروفیت کے اندر وہ چلتا جائے۔ یوں زندگی گذر جائے گی اور اگر تم نے اس کو مصروفیت نہ دی تو وہ تمھیں مصروفیت دے دے گا۔ وہ اپنی طرف سے شیطانی مصروفیت میں تمھیں شامل کردے گا۔ پھر خسران اور رسوائی کے سوا کوئی چارہ اس کے پاس نہیں ہوگا۔

امام شافعی فرمانے لگے کہ صوفیا کرام کے وقت کے لحاظ سے یہ بھی بڑی قیمتی بات ہے۔ وقت کی شناخت کا ہی یہ فلسفہ ہے کہ نفس کو پہلے حق میں مصروف کردیا جائے تاکہ وہ لحہ ہی نہ آئے کہ نفس بندے کو باطل میں کسی طرح مصروف کرسکے۔

وقت کی چوتھی تعریف۔

اَلْوَقْتُ مَابَيْنَ الزَّمَانَيْنِ الْمَاضِىْ وَالْمُسْتَقْبَلِ

وقت اسے کہا جاتا ہے جو دو زمانوں کے درمیان ہے۔ کونسے دو زمانے ایک ماضی کا دوسرا مستقبل کا ان دونوں کے درمیان جو حد فاصل ہے۔ اور جس کی وجہ سے امتیاز ہوتا ہے اس کو وقت کہا جاتا ہے۔ اب یہ لحہ کہ جس میں میں نے یہ لفظ کہا اس سے پہلے بھی ایک لحہ ہے اس سے بعد بھی ایک لحہ ہے پہلے ماضی کا اور بعد میں آنے والا جو

تھا وہ مستقبل کا تھا ان دو لمحوں کے درمیان بالکل ایک غیر منقسم سی چیز کو وقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ماضی اور مستقبل کی دو آنوں کے درمیان دو لمحوں کے درمیان اور دو منٹوں کے درمیان جو ایک حالت ہے اس کو وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور یہ بتدریج ہر لمحہ کے بعد ایک حالت پیدا ہو رہی ہے۔ چونکہ حالت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور یہ بتدریج ہر لمحہ کے بعد ایک حالت پیدا ہو رہی ہے چونکہ ایک لمحہ ماضی بنتا جا رہا ہے۔ دوسرا فوراً مستقبل کی پٹڑی کے اوپر چڑھتا جا رہا ہے۔ اور یوں سارا زمانہ گزرتا جا رہا ہے۔ ان ماضی اور مستقبل کے دو آنوں کے درمیان جو چیز حائل ہے اس کو وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہ وقت کی ابتدائی شناخت کے لحاظ سے چند باتیں تھیں۔

اب وقت کو استعمال کرنے کے لحاظ سے بھی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: اصحاب سوابق

دوسری قسم: اصحاب عواقب

تیسری قسم: اصحاب الوقت

چوتھی قسم: اصحاب الحق

اب اسکی تھوڑی وضاحت کر دیتے ہیں

1۔ اصحاب سوابق

یہ سارے شعبہ جات وہ ہیں جو اللہ کے مطیع بندوں کے ہیں۔ جو غافل نہیں رہتے جو اپنے نفس کو بیدار رکھتے ہیں۔ اپنے وقت کی شناخت کرتے ہیں۔ اپنے وقت کو فضول گذرنے نہیں دیتے۔

اصحاب سوابق کیا ہوتے ہیں۔ قُلُوبُهُمْ اَبَدًا فِيمَا سَبَقَ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ . وہ ہمیشہ اس زمانہ پر توجہ رکھتے ہیں جو زمانہ گذر چکا ہے۔ جو زمانہ گذر گیا ہر وقت ان کے پیش نظر وہی ہوتا ہے۔ اور کسی لحاظ سے زمانہ سوابق کو وہ یوں دیکھتے کہ یہ زمانہ ہے کہ جس میں اللہ نے ہمارے لیے نیکیوں کے فیصلے کر دیے۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری سعادتوں کو لکھ دیا۔ اب بار بار ان کی توجہ ان ازل کے فیصلوں کی طرف ہوتی ہے۔ اور ادھر ہی دیکھتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دربار کی طرف اس جہت کے لحاظ سے جو منظر ماضی میں گذر چکا ہے۔ اس کو سامنے رکھ کے وہ متوجہ ہوتے ہیں۔ اور اپنی زندگی گذارتے رہتے ہیں۔

یہ چار درجات جو میں نے بیان کیے ان میں سے نسبتاً ادنی درجہ یہ ہے۔ کہ جس میں محض اس ماضی کی طرف توجہ کی جائے نہ حال کو دیکھا جائے نہ مستقبل کو دیکھا جائے لیکن اس توجہ ہی کا اثر ہو کہ جس کی وجہ سے غفلت نہ آنے پائے اور اللہ تعالیٰ کا ازل میں جو لکھا ہوا ہے اس کے لیے ذہن کو بار بار شوق دلایا جائے۔ دل کے اندر ایمان کی لذت پیدا کی جائے۔ یہ وہ مرتبہ ہے وقت کے لحاظ سے کہ جس کو اصحاب سوابق کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

2۔ اصحاب عواقب

مُتَفَكِّرُوْنَ فِيمَا يَخْتِمُ بِهِ اَمْرُهُمْ

یہ ہمیشہ اختتام کو دیکھتے ہیں۔ ہر وقت ان کی توجہ خاتمہ پر ہے۔ ماضی کیطرف نہیں دیکھتے۔ خاتمہ دیکھتے ہیں کہ میری زندگی کا خاتمہ اور اختتام نیکی پر ہوتا ہے یا نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ آج تو میں روزہ دار ہوں اور اسکے بعد جب خاتمہ ہو تو اس وقت

میں رمضان کے روزوں کا تارک ہو جاؤں۔آج تو میں نماز پڑھتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ جس وقت میری موت واقع ہونے والی ہو۔تو معاذ اللہ بے نمازی بن چکا ہوں۔آج تو میں تقویٰ پرہیزگاری کے سائبان کے نیچے بیٹھا ہوں۔کہیں ایسا نہ ہو کہ جب موت کا وقت آرہا ہو تو میں باغی ہو چکا ہوں۔اور اللہ کا سرکش بن جاؤں ہر وقت عواقب کو دیکھتے ہیں۔ اسواسطے کہ

(اَلْعِبْرَةُ بِالْخَوَاتِيْم)

اصل میں اعتبار تو خاتمے کا ہے۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ انسان زندگی میں اتنا نیک ہوتا ہے۔کہ جنت میں اور اُس میں صرف ایک بالشت کا فرق باقی رہ جاتا ہے۔وہاں سے پھر پلٹتا ہے۔تو جہنم میں جا گرتا ہے۔اور دوسرا انسان زندگی بھر جہنمیوں والے کام کرتا رہا۔اور اتنا وہ بڑا بدکار تھا کہ جہنم میں اور اس میں صرف ایک بالشت کا فرق باقی رہ گیا تھا۔ وہاں جا کے دل میں انقلاب پیدا ہوا آخری دنوں اور آخری لمحات میں اس نے نیکیاں کرلیں کہ۔فوراً جہنم سے پلٹ کے جنت میں جا پہنچا۔

اسواسطے خاتمہ کا اعتبار ہوتا ہے۔تو یہ اصحاب عواقب جو ہیں ہر وقت ان کی توجہ اختتام پر ہوتی ہے۔کہ یہ کام جو میں شروع کر رہا ہوں۔کیا حسن وخوبی سے اسکا اختتام بھی کرسکوں گا۔یا نہیں میری زندگی کے جو معمولات ہیں۔کیا ان میں جب میری روح نکل رہی ہوگی اس وقت میری صورتحال کیا ہوگی۔تو یہ پہلے سے بڑے مرتبے والے ہیں۔جو اپنے آپ کو اس بات کی طرف متوجہ رکھتے ہیں۔کہ انجام کیا ہوگا اور

عاقبت کیا ہوگی اختتام کیسا ہوگا یہ اختتام کے ہر لمحے میں اس چیز کی تلاش میں ہیں۔ کہ میرا وقت اختتام پر مجھے کیا چیز عطا کرنے والا ہے۔

3۔ اصحاب الوقت

اصحاب عواقب سے اونچا مرتبہ وقت کا ہے۔ (اصحاب)

یہ کون لوگ ہیں۔

لَمْ یَشْتَغِلُوْا بِالسَّوَابِقِ وَلَا بِالْعَوَاقِبِ

یہ نہ سوابق کو دیکھتے ہیں نہ عواقب کو دیکھتے ہیں۔ جو ماضی میں لکھا ہوا ہے وہ ادھر بھی ایسی توجہ نہیں کرتے کہ ہر وقت خیال ادھر ہی رہے۔ اور پھر عواقب اور انجام کو ایسا نہیں لیتے کہ ہر وقت ادھر ہی دیکھتے رہیں۔ ان کا تعلق کیا ہوتا ہے۔

ان کا تعلق حال کے ساتھ ہوتا ہے۔ کہ حال ایسا ہو جو اللہ کے ذکر سے مامور ہو۔ یہ لمحہ موجود ہے۔ یہ ایسا گذر جانا چاہیے کہ جس میں میرا خالق مجھ پر راضی ہو رہا ہو۔ یہ لمحہ گذر رہا ہو میرا رب مجھے دیکھ کے مسکرا رہا ہو۔ یہ لمحہ جب ماضی بنتا جا رہا ہو۔ میرا رب میرے اس لمحہ کو پسند کر رہا ہو۔ ان کو اصحاب وقت کہتے ہیں۔

دوسرا صوفیاء نے اپنی اصطلاح میں ان کا نام ابن الوقت بھی رکھا۔ یہ اس ابن الوقت سے مبرا ہے۔ جو ہمارے عرف میں مفاد پرستوں کو ابن الوقت کہا جاتا ہے۔ یہ ابن الوقت صوفیا کی اصطلاح ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا تھا۔ کہ بندے کو کیسا ہونا چاہیے۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ اس کو ابن قیم نے مدارج السالکین کی تیسری جلد میں لکھا ہے۔

آپ فرمانے لگے

كُنْ اِبْنَ وَقْتِکَ

جو لمحہ موجود ہے اسکا مالک بن جا۔ جو اس وقت صورتحال سامنے ہو۔ اس لحاظ سے محتاط ہو اِبْنَ وَقْتِکَ اس وقت کو یوں اپنے لیے سمجھ کہ یہ سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہ سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ مستقبل کی کیا خبر کہ کیسا وقت آئے گا۔ اور ماضی کے معاملے میں الجھنے کی کیا ضرورت یہ جو چیز اس وقت موجود ہے یہ سب سے زیادہ قیمتی ہے۔

كُنْ اِبْنَ وَقْتِکَ

اپنے وقت کو محفوظ کرنے والا ہو جا۔ جو لمحہ موجود ہے۔ جو زمانہ حال ہے اس میں کوئی غفلت نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے اندر بیدار خیال ہو کر اور اپنی ہوشیاری کے ساتھ اپنے موجود وقت کو گذارے یہ وہ طبقہ ہے کہ جن کو اصحاب وقت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

4۔ اصحاب الحق

اصحاب الوقت کے بعد اصحاب الحق کا طبقہ ہے اور یہ سب سے بڑا طبقہ ہے۔ یہ کون سے لوگ ہیں۔ یہ نہ تو ماضی کو دیکھتے ہیں اور نہ ہی زمانہ حال کو دیکھتے ہیں اور توجہ کرتے ہیں تو حال کیطرف نہیں رب ذوالجلال کی طرف کرتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ماضی کو دیکھنا بھی کیا چیز ہے۔ مستقبل کے لیے وقت جو ہے اس کو دیکھنا یہ کیا ہوا یہ بھی درمیان میں ایک رکاوٹ بن جائے گی۔ حجاب بن جائے گا۔ لہذا اگرچہ بتدریج یہ ترقی آرہی ہے۔ اور حال کے وقت کی طرف متوجہ ہونا بھی ایک بلندی تھی ایک منصب تھا اس سے آگے ترقی کر کے جب ایک انسان پہنچتا ہے تو ان کو اصحاب حق کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ کہ یہ اتنا عظیم ہو گیا ہے اب اس کا خیال حال کی طرف بھی نہیں جاتا

ماضی کی طرف بھی استقبال کی طرف بھی نہیں جاتا۔ یہ ہر وقت ہر حالت میں اپنے رب ہی کا خیال رکھتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سری سقطی سے پوچھا

كَيْفَ اَصْبَحْتَ

آج صبح آپ کا کیا حال ہے۔ جس طرح عام روٹین ہے۔ آپ کی صبح کیسی ہوئی۔

تو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے۔

مَـا فِـى الـنَّـهَـارِ وَ لا فِـى الـلَّـيْـلِ لِـىْ فَـرَحٌ

فَلا اُبَـالِـىْ اَطَـالَ الـلَّـيْـلُ اَمْ قَـصُـرَا

اے جنید مجھ سے پوچھتے ہو کہ میرا حال کیا ہے۔ میں حال تب بتاؤں جب مجھے حال کی خبر ہو۔ میں اس بات کو بھی نہیں دیکھتا کہ رات ہے یا دن ہے۔ میں نہیں جانتا کہ رات لمبی ہے یا چھوٹی ہے مجھے کوئی خبر نہیں ہے۔ کہ دن بڑے ہیں یا چھوٹے ہیں۔ حال تب بتاؤں جب حال کو میں دیکھ رہا ہوں۔ میں حال کو نہیں دیکھتا بلکہ میں ہر وقت رب ذوالجلال کی طرف متوجہ رہتا ہوں۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ساتھ کہنے لگے۔

میں نے اپنی زندگی اس طرح گذاری ہے۔

لَيْسَ عَنْدَ رَبِّكُمْ لَيْلٌ وَنَهَارٌ

اے جنید تمہارے رب کے ہاں نہ رات ہے نہ کوئی دن ہے۔ اسواسطے کہ یہ جو وقت ہے یہ ہمارے لئے ہے۔ ہم زمانی ہیں اور ہم وقت کے محتاج ہیں۔ اللہ تو وقت سے ماورا ہے۔ اس کی ذات کے لحاظ سے نہ کوئی لیل ہے نہ کوئی نہار ہے۔ اور

ہمارا رب وقت سے پاک ہے۔تو ہم بھی اس کو سوچنے میں اس مقام پہ پہنچ چکے ہیں اگر چہ ہم محتاج ہیں مگر ہم وقت کا خیال ہی نہیں کرتے۔ ہر وقت اپنے رب کے خیال میں مستغرق رہتے ہیں۔

یہ مرتبہ اصحاب حق کا ہے۔

اب قرآن وسنت کے لحاظ سے وقت کا اور مصروفیت کا جو ایک دائرہ کار ہونا چاہیے ان درجات کو دیکھنے سے بھی اس میں ہمیں روشنی ملتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے وقت کے لحاظ سے پوری دنیا کو کیا سمجھایا ہے اور اسکو کیا اہمیت دی ہے۔اور اسکی کیا حیثیت بیان کی ہے۔آج ہمیں ان کا امتی ہونے کے لحاظ سے وقت کا یہ لحاظ اور وقت کا یہ سبق بھی آپ ہی کے پاس پڑھنا چاہیے۔اور آپ کی روشنی کو اپنی زندگی کی مصروفیت کے سامنے رکھنا چاہیے۔

رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان جامع ترمذی میں موجود ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَامَ عَلٰی حَصِیْرٍ

رسول پاک ﷺ کھجور کے پتوں سے بنی چٹائی پر آرام فرما رہے تھے۔

وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَسَدِہٖ

ان پتوں سے نشان آپ کے جسم مبارک میں بن چکے تھے۔ پتے کھجور کے اور عرش مقدس اور نازک جسم پر نشان بن چکے تھے۔جس وقت صحابی نے نشان دیکھے

قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَبْسِطَ لَکَ

صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو کوئی نرم سا بستر بچھا دیں۔اور

نرم چٹائی کا اھتمام کریں یہ کیسے بدن کے اندر اس درخت کے پتوں کے نشان بن چکے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا نہیں

مَالِیْ وَالدُّنیَا

میرا اور دنیا کا آپس میں تعلق کیا ہے۔ تم مجھے نرم بستر دینا چاہتے ہو۔ اے ابن مسعود مجھے ضرورت نہیں۔

مَااَنَا وَالدُّنیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۔ مشکواۃ ص ۴۴۲

آپ نے فرمایا کہ میرا اور اس دنیا کا آپس میں تعلق اتنا ہے کہ جتنا کہ ایک شخص سفر کر رہا تھا چلتے چلتے دوپہر کا جب وقت آ گیا تو ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور اس نے کچھ دیر اس درخت کا سایہ استعمال کیا ۔ اور پھر وہ منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔ اس درخت کے ساتھ اس نے دل نہیں لگایا بس رستے میں آ گیا تھا اس کو کچھ ضرورت تھی تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ گیا۔ اس نے بیٹھے بیٹھے وہاں عصر نہیں کی وہاں ڈیرہ لگا کے دل نہیں لگا لیا۔ وہاں ہی اس نے گھر نہیں بنا لیا وہ سر راہ ایک درخت موجود تھا فرمایا جیسے مسافر گذرتے ہوئے اس درخت کے ساتھ اتنا ہی تعلق قائم کرتا ہے۔ کہ اس کو تھوڑی سی ضرورت تھی وہ پوری کر لی پھر اس کو چھوڑا اپلٹ کے دیکھا ہی نہیں اور منزل کی طرف چلا گیا۔

فرمایا یہ دنیا کی جو حیثیت میرے وقت کے لحاظ سے اسکا مصرف صرف اتنا ہی ہے کہ محض ضرورت کے پیش نظر اسکے ساتھ تعلق قائم کرنا پڑتا ہے۔ وہ تھوڑا سا قائم کرلو۔ ورنہ ہمارا ٹائم اس لئے نہیں کہ دنیا کو دیں۔ ہم نے اپنا وقت اپنے رب کے

دربار میں گذارنا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے جو مثال دی اس پر کئی سالوں بحث کی جا سکتی ہے۔ وہ درخت جو راستے کے کنارے پر ہے۔ فائدہ دیتا ہے۔ اس سے تعلق بھی بنتا ہے۔ اچھا بھی لگتا ہے مگر محدود وقت کے لیے اور عارضی سا۔

اصل میں اس مسافر نے جانا کہیں اور ہے۔ وہ جدھر جانے والا ہے دل تو اس کے ساتھ متعلق ہونا چاہیے۔ اگر راستے میں دل اٹک گیا تو منزل پر پہنچ کیسے سکے گا۔ اسواسطے اوقات کی مصروفیت کے لحاظ سے میری امت کو یہ فیصلہ کر لینا چاہیے۔ کہ دنیاوی معاملات اسواسطے ہیں کہ جیسے مسافر کو راستے میں ضرورت پڑ گئی ہے۔ یہ رزق حلال اور اسکی مصروفیت یہ دنیا کے اندر وقت کو گذارنے کے لیے اقتصادی حالت اور معیشت محض وہ صورتحال ہے کہ ایک سایہ جسطرح مسافر حاصل کرتا ہے۔ یہ کوئی ہماری منزل نہیں۔ سارا وقت اسی کو دے کے۔ اسی میں مگن ہو کے اسی میں ڈوب کے باقی زندگی بسر کر دیں۔

فرمایا نہیں نہیں ہم نے تمھیں منزل اور عطا کی ہے۔ وہاں تم نے پہنچنا ہے اور وقت جو دنیا کے لحاظ سے وہ اسکو دل دیئے بغیر اتنا دینا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ گذارہ چل جائے باقی تڑپ اپنی منزل کی موجود رہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول پاک سے کیا سیکھا

مدارج السالکین ج۔۳ ص: ۲۹۳ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گلدستہ افکار موجود ہے۔ فرمانے لگے لوگو اس دنیا کی زندگی میں اپنا وقت ضائع نہ کر دینا میں تمھیں بتاتا ہوں اسکی حیثیت کیا ہے۔

لَوْ اَنَّ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰی آخِرِهَا اُوْ تِیهَا رَجُلٌ وَاحِدٌ

اگر پوری دنیا اول سے لیکر آخر تک ساری کائنات کی حکومت ساری کائنات کا سیم وزر سونا چاندی اور عام احوال ایک ہی شخص کو دیئے جائیں۔

ثُمَّ جَآءَهُ الْمَوْتُ

پھر اس کے پاس موت آجائے۔ جبکہ وہ پوری کائنات کا مالک بن چکا تھا۔ اب یہ جو کچھ اس نے کیا۔ خواہ دس ہزار سال تک زندہ رہا ہو پوری کائنات کی حکومت کرتا رہا ہو۔ جب موت آئے گی تو اس وقت کو کیا سمجھے گا۔ جو اس نے دس ہزار سال دنیا کو دیئے تھے اس کی حیثیت کیا ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

لَكَانَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ رَائی مَایَسُرُّهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَاِذَا لَيْسَ فِي يَدِهٖ شَیْئٌ

فرمایا اس انسان کی حالت یہ ہوگی جسطرح کہ ایک شخص خواب دیکھ رہا تھا۔ اور خواب میں وہ کچھ دیکھ رہا تھا۔ جو اس کو بڑا ہی پسند ہے۔ بڑے بڑے خزانے اس کو مل رہے تھے۔ اور بڑی بڑی کوٹھیوں کا مالک بن رہا تھا۔ اور بڑے بڑے اہم مناصب پر فائز ہو رہا تھا۔ بڑا خوش تھا لیکن جب بیدار ہوا تو ہاتھ میں ایک سوئی بھی موجود نہ تھی۔ اب وہ سمجھتا ہے کہ میں کتنا فریب خوردہ ہوں کتنا میں خوش ہو رہا تھا۔ بیدار ہوا ہوں وہ ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی ہے جس پر میں لیٹا ہوں۔ وہ ہی میرا پرانا سا کمرہ ہے۔ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ فرمایا جیسے وہ انسان بیدار ہونے کے بعد یہ افسوس کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ یہ خیال تھا اور خواب تھا۔ حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔

ایسے ہی وہ انسان جس نے دس ہزار سال تک بھی پوری دنیا پر راج کیا

ہو۔اس دنیا کو اتنا ٹائم دیا ہو۔ جب جا رہا ہوگا تو یہی سمجھ رہا ہوگا کہ خواب تھا خیال تھا اسکی تو کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔لیکن جس نے وقت اللہ کو دیا ہوگا وہ جان رہا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں ہمیشہ کی زندگی عطا فرما رہا ہے۔

ان اوقات کی مصروفیت کے لحاظ سے ہمارے لیے ایک حسین روشنی موجود ہے۔آج ہمیں احساس ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وقت کتنا قیمتی تھا۔ اور ہم نے اس کو ارزاں فروخت کر دیا۔گپیں لگاتے ہوئے دوستوں سے وقت گزر گیا۔گھنٹہ گزر گیا دن گزر گیا تماشے دیکھتے ہوئے راتیں گذر گئیں۔دن کے ٹائم گزر گئے۔غیبت کرتے ہوئے چغلی کھاتے ہوئے اور خواہ مخواہ کی لغویات میں رہتے ہوئے اور گانے گاتے ہوئے۔گانے سنتے ہوئے اور اس طرح مختلف حرام تدابیر سوچتے ہوئے ان کو اپناتے ہوئے بعض لوگوں کے ٹائم گذر جاتے ہیں۔یہ وقت ایسا نہیں کہ اس کو یوں دھکے دیے جائیں۔اتنی قیمتی چیز ہے اسکی حفاظت کی جائے ہمارے سامنے اسلاف کا ایسا طریقہ موجود ہے کہ انھوں نے گزرے ہوئے وقت کو بھی حالانکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ جو وقت گزر چکا ہو اس کو نیکی سے بھرا جائے۔جو وقت گزر گیا اب گزر گیا۔اسکو واپس نہیں لایا جاسکتا۔مگر قربان جاؤں صحابہ کرام کی سوچ پر انھوں نے گزرے ہوئے وقت بھی خالی نہیں رہنے دیا۔بعد میں اسکو نیکی سے بھر دیا۔

اب آپ کو تعجب ہو رہا ہوگا کہ گزرا ہوا وقت تو گزر گیا اب اس کو نیکی کیسے دی جاسکتی ہے۔اب دیکھنا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو اوقات کی مصروفیت کا شرعی توازن سرکار سے پڑھا تھا۔رسول اکرم ﷺ نے صفہ پر اور مسجد نبوی شریف کے منبر پر اور اس ماحول کے اندر جو تعلیم دی تھی۔اس کا اثر دیکھنا۔کیا عجیب منظر ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے معانی الاثار کی دوسری جلد میں اسکو روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سیار دمشقی اسکے راوی ہیں۔

سَاوَمَ اَبُو الدَّرْدَآء رَجُلاً بِفَرَسٍ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ایک شخص کے ساتھ صبح صبح سودا کرنے کے لیے نکل گئے گھوڑے کا معاملہ تھا۔ گھوڑا خریدنا تھا۔ جس وقت بات چیت ہوتی رہی طے ہوتا رہا۔ اور بحث ہوتی رہی تین گھنٹے گذر گئے۔ جب کافی ٹائم گذر گیا۔ تو اس شخص نے انکار کر دیا کہ میں بیچنا ہی نہیں چاہتا۔

اب حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو بڑا افسوس ہوا۔ ان کے کیا جذبات تھے کہنے لگے۔

اِنِّیْ لَمْ اَعُدِ الْیَوْمَ مِسْکِیْنًا مَرِیْضاً

میں نے آج کے دن کسی مسکین مریض کی عیادت بھی نہیں کی۔ یہ وقت جو میرا گذرا ہے۔ اگر تمھارے پاس نہ آتا تم یہ گھوڑا بیچنے کی پیش کش نہ کرتے تو میں اس وقت کسی کی عیادت کر لیتا۔ اور بڑا ثواب مل جاتا۔

وَلَمْ اُطْعِمْ مِسْکِیْناً

اگر میں ادھر نہ آتا تو کسی مسکین کو میں کھانا کھلا دیتا

وَلَمْ اُصَلِّ الضُّحٰی وَلٰکِنَّنِیْ

اگر میں ادھر نہ آتا تو میں نماز چاشت پڑھتا۔ وَلٰکِنَّنِیْ ۔ دیکھو میں تمھارے پاس آیا تھا۔ اگر یہ سودا ہو جاتا تو کسب حلال شمار ہوتا۔ اور بیع و شراء کی وجہ سے کسب حلال کی وجہ سے تمھیں بھی نیکی ملتی مجھے بھی نیکی ملتی۔ اب دو تین گھنٹے ضائع ہو گئے تو بتاؤ اسکا ذمہ دار کون ہوگا۔

میرے چاشت کے نوافل مریض کی عیادت اور مسکین کو کھانا کھلانا یہ میرے اس وقت کے اندر معمولات تھے جو سارے میں نے اس سودے کی وجہ سے جو کسب حلال کا تقاضا تھا میں نے وہ سارے چھوڑے ہیں۔ چونکہ کسب حلال ایک مستقل نیکی ہے۔ تو اسکے لیے نکل آیا تھا لیکن وہ کام تو ہوا ہی نہیں سرے سے تم نے انکار کر دیا ہے۔

کہ میں گھوڑا بیچنا ہی نہیں چاہتا تو اب وہ وقت نیکی سے کیسے بھرے گا۔ جو ماضی میں گذر گیا۔ کتنے گھنٹے گذر گئے ہیں۔ اب ان کو لوٹا کیسے سکتے ہیں۔ اور وہ وقت جو ماضی میں چلا گیا ہے اب وہ وقت اچھی مصروفیت والا کیسے شمار ہو گا۔ کہنے لگے مجھے پتہ ہے کہ اسکا بوجھ تجھ پہ آئے گا۔ کیوں کہ تم نے پہلے آفر کی تھی۔ اور اب انکار تم نے کیا ہے۔ میں نے تو تمھارے کہنے پر یہ ٹائم گذارا مجھے تو کار خیر کا ثواب مل جائے گا۔ لیکن مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ تم پر بوجھ آجائے۔ میں ایسا طریقہ اپنانا چاہتا ہوں کہ جس کی وجہ سے تم پر بوجھ نہ آئے اور جو وقت گزرا ہے وہ سارا بندگی سے معمور ہو جائے۔

کیا انداز تھا اور کتنی نیکی کی تڑپ تھی۔ اور کتنا افسوس تھا کہ اگلے بندے کو بھی زیر بار نہیں کرنا گناہ کا تحفہ نہیں دینا۔ اپنی وجہ سے اسکو مجرم بنالینے سے بچالینا ہے۔ کیا خوب ان کی سوچ تھی۔ کیا بلند ان کے افکار کا کردار تھا کہنے لگے۔

لٰكِنَّنِیْ بَقِيَّةَ يَوْمِیْ صَائِمٌ

ایک کلیہ ہے ہماری شریعت میں کہ نفلی روزے کی نیت اگر نصف نہار سے پہلے کر لی جائے تو سارے دن کا روزہ شمار ہوتا ہے۔ تو میں نفلی روزے کی نیت کر لیتا ہوں۔ تا کہ بقیہ میرا دن اس طرح گزر جائے۔ کہ جو لمحات پہلے گزر چکے تھے جو ٹائم پہلے گزر چکا تھا۔ وہ سارے کا سارا بندگی سے معمور ہو جائے گا۔ اب اگر میں نیت نہیں کرتا اس روزے کی تو اس میں میرا چاشت کا وقت بھی ضائع ہوا مریض کی عیادت کا بھی اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کا بھی اب وقت گزر چکا ہے۔

یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تقویٰ کی بلند مثال ہے کہ پیچھے سے وقت کو پکڑنے کا بھی انھوں نے سوچ لیا۔ اور اس شریعت نے یہ گنجائش دے رکھی ہے کہ اب نصف النھار سے پہلے پہلے روزہ کی نیت کر لو گے۔ اور کوئی چیز مانع بھی نہیں پائی گئی جو طلوع صبح صادق کے بعد روزے کے منافی بنتی ہو۔ یعنی انھوں نے ناشتہ

نہیں کیا ہوا تھا۔انھوں نے طلوع صبح صادق کے بعد کھایا پیا نہیں تھا۔

حضرت ابو درداء کہنے لگے اب میں بقیہ دن روزے کی نیت کر لیتا ہوں تو کیا ہوگا نیکی سارے دن میں پھیل جائے گی جو ابھی باقی ہے وہ بھی نیکی سے بھر جائے گا۔ اور جو گزر چکا ہے وہ بھی نیکی سے بھر جائے گا۔ تا کہ میں بھی گناہ سے اور وقت کے ضیاع سے اور وقت کو ضائع کرنے سے محفوظ ہو جاؤں گا اور تم پر بھی کسی طرح کا کوئی بوجھ نہیں آسکے گا۔ کتنی واضح مثال ہے صحابہ کرام کے ہاں وقت کی مصروفیت کے لحاظ سے جو شرعی توازن اسلام نے دیا ہے کہ ایک لحہ بھی ضائع نہیں ہونا چاہیے۔ تو انھوں نے گذرا ہوا وقت بھی ایسی ترکیب کے ساتھ آباد کیا۔ اسکا ایک لحہ بھی ضائع نہیں ہونے دیا۔اس وقت کو نیکی سے مامور کر لیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔ جامع ترمذی میں اور مشکوٰۃ شریف کے ص:۴۴۱ میں ہے۔

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قبل خَمْسٍ

پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت سمجھو یہ ہمارے اُس موضوع کا خلاصہ ہے ''اوقات اور مصروفیات کا شرعی توازن''۔

رسول اکرم ﷺ نے دس اوقات کی شناخت کی اور ان دس اوقات میں پانچ کو مقدم اور پانچ کو موخر بیان کیا۔ پانچ کے آنے سے پہلے جو پانچ اوقات ان میں یہ احساس بیدار کیا۔ جب وہ پانچ اوقات آجائیں گے اس وقت سمھلنا مشکل ہوگا۔ پہلے سے ایسی پلاننگ کرلو کوئی لحہ بھی تمھاری زندگی کا ضائع نہ ہونے پائے۔ پاک محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

شَبَابَکَ قَبْلَ حَرَمِکَ

اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو۔

ایک ہے وقت بڑھاپا اور دوسرا ہے وقت شباب یہ دو اوقات ہیں ان میں سے رسول اکرم ﷺ نے امت کو یہ بیداری دی اپنے شباب کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو۔ آج یہ نہ کہو کہ ابھی تو جوان ہوں۔ نوخیز ہوں پھر داڑھی رکھ لوں اور پھر روزے رکھ لوں گا۔ پھر نمازیں پڑھ لوں گا۔ ابھی تو میں بڑا ہوں گا پھر بڑھاپے کی طرف جاؤں گا۔ پھر نیک بن جاؤں گا۔ نہیں نہیں

میرے محبوب علیہ اسلام اس کو فکر دینا چاہتے ہیں۔ تجھے کیا خبر ہے کہ تیری جوانی کل کے دن میں بھی داخل ہوگی یا اس سے پہلے لوٹ کے قبر میں چلی جائے گی۔ اس شباب کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو۔ کیا خبر ہے کہ یہ دو دن کا بھی وقت باقی رہے گا یا نہیں تو اس لئے فرما دیا۔

(۱) شَابٌ نَشَأَ فِیْ عِبَادِۃِ اللّٰہِ

وہ نوجوان جس کی ابھرتی ہوئی جوانی تقویٰ کے سائے کے نیچے گزر رہی ہے۔ اللہ اسکو سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اس واسطے کہ اس نے وقت کی قدر کر لی ہے۔ اور یہ اِس انتظار میں نہیں رہا۔ کہ بعد میں جا کے نیک ہو جاؤں گا بعد میں دین پڑھ لوں گا بعد میں سمجھ لوں گا۔ بعد میں شروع کر لوں گا۔ نہیں نہیں

جو بعد بعد کرتا رہتا ہے اور جو موخر کرتا ہے وہ موخر ہو جاتا ہے۔ وہ دھکیل دیا جاتا ہے۔ اور پیچھے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جو وقت محسوس کرتا ہوا بیدار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بیداری پر اس کو اجر عظیم عطا فرما دیتا ہے۔

(۲) صِحَّتَکَ قَبْلَ سُقْمِکَ

اپنی صحت بیماری سے پہلے غنیمت جانو

بیماری آجائے تو پھر یہ کہتے رہو کہ میں اتنے نوافل بھی پڑھتا تھا۔ اگر آج میری صحت ہوتی تو میں پڑھ لیتا آج اگر میں صحیح ہوتا تو اتنے میں جہاد کر لیتا۔ آج

اگر میں صحیح ہوتا تو تہجد یں پڑھتا۔ آج اگر میں صحیح ہوتا تو اس قدر میں نیکی کے کام کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے بیدار کرنے کے لیے محبوب علیہ السلام کو یہ روشنی دے دی ہے۔ اور سرکار اسکو پھیلا رہے ہیں۔ فرمایا اپنے مرض سے پہلے اپنی صحت کو غنیمت جانو کیا خبر کہ اگلے سال ایسا کوئی مرض آجائے جھکنا چاہو تو جھک نہ سکو اور سجدہ کرنا چاہو تو سر نیچے نہ جاسکے پھر کیا کرسکو گے۔ اور پھر کف افسوس ملتے رہو گے۔ کہ کاش مجھے یہ صلاحیت ملتی ۔ جب ملی ہوئی ہے تو اب اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اسکو اپنی مصروفیت کا یوں حصہ بنالو کہ ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے پائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی کا ہر لمحہ گزرتا جائے گا۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں تیسرے نمبر پر یہ ہے۔

(۳) غِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ

اپنی مالداری کو بھوکا ہوجانے سے پہلے غنیمت جانو

آج دولت ہو تو اس نشے میں دھت رہو کہ ہم کسی کو دیں گے نہیں۔ ہم اسلام کے لیے نکالیں گے نہیں اور کل جب تم فقیر ہو جاؤ تو کہہ دو کہ کاش آج میرے پاس دولت ہوتی تو میں فقراء کو دیتا۔ میں مساکین کو دیتا۔ میں مختلف محتاجوں کو دیتا۔ میں مختلف اداروں اور مدارس کو دیتا۔ میں سماج کی خدمت کرتا اس وقت یہ کہنے کا فائدہ کیا ہوگا۔ وقت جب ہے تو اس وقت کو غنیمت جاننا چاہیے۔

اور بات کل پہ نہیں رکھنی چاہیے آج جس وقت وہ دولت موجود ہے۔ تو خالق کائنات جل جلالہ نے جو سوچ دی ہے اور رسول اکرم ﷺ نے جو فرمان امت کو عطا فرمادیا ہے۔ اپنی اوقات کے لحاظ سے بندے کو اس قدر محتاط ہونا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ تلوار چل جائے اور سر کٹا ہوا ہو۔

پھر کف افسوس ملتا رہے۔ نہیں نہیں اس کے چلنے سے پہلے اپنے آپ کو اتنا

بیدار کرے یہ زندگی کے جو اوقات گزر رہے ہیں۔ اس انداز میں گذریں کہ آج ہی جو کچھ کرنا چاہے کرتا جائے یہ خیال نہ رکھے کہ کل کرلوں گا۔ ہو سکتا ہے کل دینے کے لیے ایک پیسہ موجود نہ ہو اور آج گھر میں ایک کروڑ موجود ہو۔

تو میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں اپنی دولت کو اپنے نادار مفلس ہونے سے پہلے غنیمت جانو اور اس وقت کے احساس کو اجاگر کرلو اور اس کو بے قدری سے آگے نہ گزار دو۔ یہ وقت جو تمھارا مالداری کے اندر گزر رہا ہے۔ آج اس سے فائدہ اٹھا کے جنت خرید لو۔

(۴) فَرَاغَکَ قَبْلَ شُغُلِکَ

اپنی فراغت کو اپنی مصروفیت سے پہلے غنیمت جانو

آج وقت ہے نماز پڑھ سکتے ہو۔ آج وقت ہے درس قرآن میں آتے ہو۔ آج مختلف کاموں کا وقت دینے کے لیے آج ٹائم ہے آج جب وقت ہے تو وہ سو کے گذار دیا جائے اور کل خدا جانے کیسے واقعات ہو جائیں اور کیسے حادثات ہو جائیں تم اکیلے ہو جاؤ اور کئی خاندانوں کا بوجھ تمھارے کندھوں پہ آجائے۔ اور ایک منٹ بھی تمھیں میسر نہ آئے۔ اس وقت پھر یہ کہو کہ کاش میرے پاس ٹائم ہوتا میں تہجد بھی پڑھتا۔ میں قرآن بھی پڑھتا اور میں درس قرآن بھی سنتا۔ میں اسلام کے لیے ٹائم بھی دیتا۔ لیکن کیا کروں وقت ہی نہیں رہا۔

اسواسطے کہ اتنے بوجھ میرے کندھوں پہ آگئے ہیں۔ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اس وقت کے آنے سے پہلے جو وقت ہے وہ بیداری سے گزار لو اور آج کے ٹائم غنیمت جانو اس کی غنیمت سمجھتے ہوئے اور اس کو بہت بڑا سرمایہ سمجھتے ہوئے۔ اس محدود وقت کو قیمتی جان کے گزار لو۔ تاکہ چند لمحوں میں وہ سفر طے ہو جائے جو صدیوں کا ہے وہ گھنٹوں اور منٹوں میں نیت صالح کی وجہ سے طے ہو جائے اور اس

توازن کے لحاظ سے جو شریعت نے مصروفیات اور اوقات کا دیا ہے بندے کے لیے ہر لمحہ ایسی ذرخیزی کا بن جائے گا۔ کہ جسکی وجہ سے سالہا سال کی بندگی کے اثرات چند گھنٹوں کے اندر مرتب ہو جائیں گے۔

پانچویں نمبر پہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

حَیَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ

اپنی زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو

آج کہتے ہو کہ اگلے سال یوں کریں گے۔ اس سے اگلے سال یوں کرلیں گے۔ اس کے بعد یہ سوچ لیں گے۔ میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ آج جو دن کا سورج طلوع ہوا اس میں کہتے ہو آج نہیں کل سے نماز شروع کریں گے۔ تو تمھارے پاس کیا گارنٹی ہے۔ کہ کہیں اس دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے تمھاری زندگی کا سورج نہ غروب ہو جائے۔ زندگی کا سورج غروب ہو جائے پھر طلوع نہ ہونے پائے۔ تو اپنی حیات کو موت سے پہلے غنیمت جانو۔

یہ جو رمضان ہے اسکو غفلت سے کوئی یوں گزار دے کہ اگلے سال رکھ لیں گے۔ اگلے سال نماز تراویح بھی پڑھیں گے روزے بھی رکھ لیں گے اور بڑی بندگی کرلیں گے۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں یہ میری امت کی شان نہیں۔ ہم نے جو وقت کا احساس دیا ہے اور جو وقت کی مصروفیت کے سبق پڑھائے ہیں اس کی خلاف ورزی ہے۔ میری امت اوقات کو یوں گذار دو کہ اس کو سمجھو کہ جو کچھ اب ہے پتہ نہیں اسکے بعد کچھ ہوگا یا نہیں اسکو تو غنیمت جانا جائے۔ اسکی قدر کو پہنچانا جائے۔

لہذا رسول اکرم ﷺ نے اغتنم کے الفاظ کے ساتھ ان پانچ چیزوں کو بیان کیا۔ تو لفظ غنیمت کا بولنا ہی اس بات پر گواہی دے رہا تھا کہ اگر توجہ نہیں کرو گے تو یہ قیمتی چیز ایسے ہی رائیگاں چلی جائے گی لیکن اگر توجہ کرلو گے تو یہ غنیمت سے کم نہیں

بہت بڑا مال غنیمت ہے۔ یہ بہت بڑا سرمایہ ہے۔ اور بہت بڑی پاور ہے اور بہت بڑی طاقت ہے۔ اگر پہلے بیدار ہو جاؤ گے۔ ان پانچ اوقات کے آنے سے پہلے جو پانچ اوقات ہیں ان کے اندر شریعت مطہرہ کی روشنی میں اپنے شیڈول کو مرتب کر لو گے۔ تو محبوب علیہ السلام نے ان تمام لوگوں کے لیے جو بیداری کے ساتھ اپنے وقت کو گذارتے ہیں۔ ایسی عظمتوں کا اعلان کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے اس انداز کے ساتھ اسکی وضاحت کی ہے کہ یہ شیڈول ہے نمازوں کا روزے کا حج کا زکوٰۃ کا یہ تو اپنی جگہ ہے یہاں تک زندگی گذارنے کے لیے جو اس کو لقمہ حلال کی ضرورت تھی اور اسکو جو مختلف کام کاج میں مصروفیت ہونے کے لیے کسب کی ضرورت تھی اس کی عظمت کو بھی اجاگر کر دیا۔

ہم نے تم پہ پہرہ نہیں لگایا کہ اپنا وقت تم ہر کام نہیں لگا سکتے۔ ہم نے تمھیں ایک نظام اوقات کی فرضیت کے لحاظ سے اور وجوب کے لحاظ سے دے دیا ہے اور یاد رکھو اگر اسلام کے زیر سایہ تم نماز پڑھ کر وقت دوکان کو بھی دیتے ہو اور نماز ضائع نہ کر کے وقت اپنے کھیت میں دیتے تو میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں ہم نے اس کو بھی تمھاری بہت بڑی بندگی قرار دے دیا ہے۔

یہاں تک کہ جب فرمایا تھا کہ کچھ گناہ ایسے ہیں۔ جو نہ نماز سے جھڑتے ہیں نہ روزے سے جھڑتے ہیں۔ پوچھا گیا وہ کیسے جھڑتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا

اَلْهُمُوْمُ فِیْ طَلَبِ الْمَعِیْشَةِ

وہ اندیشے جو بندے کو اپنی روزی کے بارے میں لاحق ہو جاتے ہیں۔ ان سے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں مزدور گھر سے نکلا ٹوکری اٹھانے کے لیے یہ تشویش ہے کہ آج کوئی مزدوری پہ لگاتا ہے یا کہ نہیں لگاتا۔ بظاہر ٹوکری اٹھانے جا رہا تھا اور شریعت کے لحاظ سے اپنے گناہوں کی وہ گٹھڑیاں اتارنے جا رہا تھا۔ یہ جب غم اس کو لاحق

ہے۔ دوکاندار جا رہا ہے لیکن سودا کا پتہ نہیں بکتا ہے یا کہ نہیں۔ کھیت میں کاشتکار بیج کاشت کر رہا ہے پتہ نہیں فصل پکتی ہے یا نہیں۔ جس وقت یہ تشویش اس کو لاحق ہوتی ہے اگرچہ یہ تشویش کوئی روزہ نہیں کوئی نماز نہیں کوئی تہجد نہیں لیکن جب وہ کاروبار اسلام کے دائرے میں کر رہا ہے تو اس مصروفیت کو بھی اسلام نے اپنے گلے لگالیا ہے اور اسکو وہ عظمت دے دی ہے کہ وہ گناہ تمھارے جھڑ جائیں گے۔ جو نماز سے نہیں جھڑتے رزق حلال کی تلاش سے وہ ہم دور کردیں گے۔

اور رسول اکرم ﷺ نے واضح فرمادیا

اَلْجِهَادُ عَشْرَةُ اَجْزَاءِ

آپ نے فرمایا کہ جہاد کے دس حصے ہیں۔

تِسْعَةٌ مِّنْهَا طَلَبُ الْحَلَالِ

ان میں سے نو حصے حلال رزق تلاش کرنا ہے۔ نو حصے طلب حلال ہے۔

لِلْاِنْفَاقِ عَلَى الْعَيَالِ

اپنے اہل وعیال کو کھلانے کے لیے اس نیت سے جب وہ لقمہ حلال تلاش کر رہا ہے۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں اس کو جہاد کا ثواب مل جائے گا۔ اب دیکھیے اسلام میں وسعت کیسی ہے۔ اور وقت کی پابندی اور وقت کی قدر و قیمت کا نظام کیسا ہے۔

شروع سے لیکر اب تک تم نے جو گفتگو سنی اگرچہ ہم نے جو وقت کے اہم شعبہ جات ہیں وہ اس وقت تنگی وقت کی وجہ سے بیان نہیں کیے۔ وہ جو قرآن مجید میں مختلف احکام اوقات کے لحاظ سے بیان کیے گئے ہیں۔

لیکن اس پورے سبق کے اندر یہ بات کتنی واضح ہو کے سامنے آگئی ہے کہ وقت ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کو سستی سے غفلت سے گذار دیا جائے یہ قیمتی سرمایہ ہے اور سب سے قیمتی سرمایہ ہے اس کو اس وقت قیمتی بنایا جاسکتا ہے۔ جب اس کے لمحات کو اس کی

جہات کو اللہ کی فرمان برداری کے کاموں سے مامور کر دیا جائے۔ اگر کوئی لمحہ غفلت میں گزر گیا یا کوئی ایسا وقت کہ جب اللہ کے دربار میں حاضری کا وقت تھا۔ انسان شیطان کے پاس حاضری دے رہا تھا۔ شیطان کی بیٹھک میں بیٹھا رہا۔ ادھر رحمان کی مسجد میں نماز ہو گئی تو یہ ایسی کوئی حرکت ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ کا جلال برسنا شروع ہو جائے گا اور اس کے تم مختلف مناظر دیکھ رہے ہو۔ کیا صورتحال دن بدن بنتی جا رہی ہے۔

تقاضا یہ ہے کہ ہم وقت یوں گذاریں کہ وقت گذر رہا ہو اور اللہ تعالیٰ خوشی سے اپنے بندے پر رحمتوں کا نزول فرما رہا ہو۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆☆☆☆